آسمانِ رسالت پر چمکنے والے نجوم ہوا آپ کا زریں سلسلہ - ۵

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ

(مہتمم جامعہ ھذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ہذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : ازواجِ مطہرات
کاوش : طلبۂ جامعہ ڈابھیل
زیرِ سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی
صفحات : ۴۸۰
سنِ اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/اپریل ۲۰۱۸ء
ناشر : شعبۂ تقریر وتحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

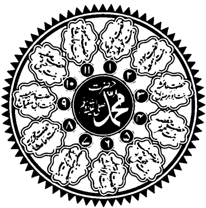

٥

اُمّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام : زینب بنت جحشؓ۔
کنیت : اُمّ الحکم۔ لقب: اُمّ المساکین۔
قبیلہ : قریش کا قبیلہ "بنواسد بن خزیمہ"۔
ولادت : ۵۹۰ء، ہجرت سے تقریباً تیس سال پہلے مکہ مکرمہ میں۔
قبولِ اسلام : اپنے بھائی عبداللہ بن جحش اور اپنے خاندان سمیت دارِارقم کی تربیت گاہ بننے سے قبل ہی مشرف بہ اسلام ہوچکی تھیں۔
ہجرت : اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔
نکاحِ اول : حضرت زید بن حارثہؓ سے ۳ھ میں ہوا۔
نکاحِ ثانی : ذی قعدہ ۵ھ میں آسمان پر نبی کریم ﷺ سے ہوا۔
کل مدتِ رفاقت: تقریباً ساڑھے پانچ برس۔
حج : ۱۰ھ میں حضور ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل ہوئی۔
مرویات : گیارہ احادیث، جن میں سے دو صحیحین میں مذکور ہیں۔
سنِ وفات : عہدِ فاروقی میں ۲۰ھ مطابق ۶۴۱ء مدینہ منورہ میں۔
نمازِ جنازہ : حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔
مدفن : جنت البقیع۔
کل عمر : ۵۳ سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

امان اللہ معین اشرف امرلی

خاندانِ قریش کی ایک قابلِ رشک خاتون جس نے ہادیٔ اکرم ﷺ کی صدائے حق، پردۂ سماعت سے ٹکراتے ہی بادِمخالف کی پروا کیے بغیر جان ودل سے اسلام قبول کر کے ''السابقون الاولون'' کے مقدس گروہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا، خاندانی شرافت ونجابت کے ساتھ اسلامی اخلاق وکردار نے ان کی سیرت میں چار چاند لگا دیے، جنہیں لسانِ رسالت ﷺ سے دنیا ہی میں جنت کی بشارت ملی، جن کے متعلق اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ رطب اللسان ہیں کہ: ''اللہ ان پر رحم کرے، واقعی انہوں نے دنیا میں ایسا بلند وبالا مقام ومرتبہ پایا جسے کوئی اور نہ پا سکا، خود اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح اپنے نبی سے کیا، اور ان کے لیے قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں۔ دریا دلی، فیاضی، جود وسخا میں ید طولیٰ رکھنے والی، نیک خو، عبادت گذار، شب زندہ دار، متقی وپرہیزگار، راہِ خدا میں بے دریغ اپنا مال خرچ کرنے والی، خوفِ خدا کی خوگر، تواضع وانکساری کی پیکر، جن کی وفات پر مدینے کے غربا میں کہرام مچ گیا، اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، آپ جانتے ہیں یہ کون ہیں؟ نہیں، تو جان لیجیے:

یہ ہادیٔ عالم ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبدالمطلب کی دخترِ نیک اختر حسن وجمال، شرم وحیا، عفت وعصمت اور غیرت وحمیت کی پیکر، اسلامی اخلاق وکردار کا اعلیٰ نمونہ ''اُمّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کی ذاتِ بابرکت ہے۔

تو آیئے! اس خاتونِ جنت کے حالاتِ زندگی کی عطر بیز کلیوں سے نورِ ایمان حاصل کرتے ہوئے اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کا سامان مہیا کریں۔

نام ونسب

نام: زینب، لقب: اُمّ المساکین، کنیت: اُمّ الحکم، بجائے کنیت کے اپنے نام سے ہی مشہور ہوئیں۔

قریش کے خاندان بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں، والد کا نام جحش اور والدہ کا نام امیمہ بنتِ عبدالمطلب تھا، جو رشتہ میں آپ ﷺ کی سگی پھوپھی ہوتی ہیں۔

والد کی طرف سے سیدہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: زینب بنت جحشؓ بن ریاب بن یَعْمُر بن صَبرہ بن مرّہ بن کثیر بن غنم بن دوران بن اسد بن خزیمہ۔ اور والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے: زینب بنتِ امیمہ بنتِ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصی۔

اس طرح باپ کی طرف سے ان کا تعلق ''قبیلۂ بنی اسد'' سے اور ماں کی طرف سے ''قبیلۂ بنی ہاشم'' سے تھا۔

سیدہ کا اصل نام اور اس کی تبدیلی

حضرت زینبؓ کا اصل نام ''بَرّہ'' تھا، حرمِ نبوت میں آنے کے بعد آپ ﷺ نے بدل کر ''زینب'' کر دیا۔ (بخاری شریف ۶۱۹۲)

مسلم شریف میں ہے: سیدہ ام سلمہؓ کی بیٹی زینب کہتی ہیں کہ: میرا پہلا نام ''بَرّہ'' تھا، رسول اللہ ﷺ نے میرا نام زینب رکھا، مزید آگے فرماتی ہیں کہ: جب سیدہ زینب بنتِ جحشؓ رسول اللہ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئی تو ان کا نام بھی ''بَرّہ'' تھا، رسول اللہ ﷺ نے بدل کر ان کا نام بھی زینب رکھ دیا اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا: "لاتزکوا أنفسکم فإن الله هو أعلم بالبرّة منکن والفاجرة"، تم خود اپنے آپ کو پاک باز نہ کہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیک اور کون بد ہے۔ (مسلم ۲۱۴۲)

علامہ ابن الاثیر الجزریؒ نے بھی زینب بنتِ ابی سلمہؓ کے طریق سے اسی طرح کی روایت بیان فرمائی ہے۔

حلیہ

حضرت زینب بنتِ جحشؓ قدرے پست قامت؛ لیکن خوبصورت اور موزوں اندام تھیں، حسن وجمال، عقل ودانش اور فہم وفراست کے اعتبار سے قریشی خواتین میں قابلِ رشک مقام پر فائز تھیں، خود کہا کرتی تھیں: "انا سیدة أبناء عبد شمس"۔ (میں عبدِ شمس کی اولاد کی سردار ہوں)۔

سیدہ کا خاندان

سیدہ زینبؓ کے والد "جحش بن ریاب" دولتِ اسلام سے بہرہ ور نہ ہو سکے اور آپ کی والدہ "امیمہ بنتِ عبدالمطلب" کے اسلام میں اختلاف ہے، سوائے ابنِ سعد کے کسی اور نے ان کے لیے اسلام ثابت نہیں کیا۔ محمد بن اسحاق امیمہ کے اسلام کے منکر ہیں۔

سیدہ کے تین بھائی تھے: عبداللہ، ابواحمد، عبیداللہ۔ اور دو بہنیں تھیں: حبیبہ اور حمنہ، جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

عبداللہ بن جحش

حضرت عبداللہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حضور ﷺ کے دارِ ارقم میں فروکش ہونے سے پہلے ہی دامنِ اسلام سے وابستہ ہو کر آپ ﷺ کی غلامی میں داخل ہو چکے تھے، جب کہ مسلمان گنتی کے چند تھے، نیز ان کا شمار ذوالہجرتین اور اصحاب بدریین میں ہوتا ہے، بڑے شجاع وبہادر اور بڑے جاں باز تھے، اسلامی تاریخ میں انہوں نے بڑی عظمت حاصل کی۔ حضور ﷺ نے ان کو ۲ھ میں سریۂ نخلہ کی امارت سے سرفراز فرمایا تھا، جن کی وجہ سے تاریخِ اسلام میں سب سے پہلے انہیں "امیر المؤمنین" کے لقب سے

پکارا گیا۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی اور ۳ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر اخنس بن شریق کے ہاتھوں شہادت کی نعمت سے نوازے گئے، جنگ کے بعد دشمنوں نے ان کا مثلہ کر دیا تھا جس کے سبب "المجدع في الله" (راہِ خدا میں مثلہ کیا ہوا) کے لقب سے مشہور ہوئے، اور اپنے ماموں سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے ساتھ دفن کیے گئے۔

حضرت عبداللہ بن جحش اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ کے سابق شوہر تھے۔

(تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: بیس جنتی صحابہ از: ص: ۲۶۵ تا ص: ۲۹۲، ناشر: شعبۂ تقریر و تحریر، جامعۃ الجمیل)

ابواحمد بن جحش

یہ بھی قدیم الاسلام ہیں، اپنے بھائی عبداللہ کی طرح دارِارقم کے تربیت گاہ بننے سے پہلے ہی دامنِ اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے، ابواحمد نابینا تھے، ان کا شمار شعرائے صحابہ میں ہوتا ہے، بڑے قادر الکلام شاعر تھے، ان کا اصل نام "عبد بن جحش" تھا اور ابواحمد ان کی کنیت تھی، ان کا نکاح ابوسفیان بن حرب کی بیٹی فرعہ بنت ابی سفیان سے ہوا تھا۔

عبیداللہ بن جحش

عبید اللہ بن جحش اسلام سے وابستہ بھی ہوا اور اپنی اہلیہ سیدہ ام حبیبہ بنتِ ابی سفیانؓ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت بھی کی؛ لیکن سمندر کے کنارے رہ کر بھی پیاسا رہا، چشمۂ آبِ حیات کے قریب پہنچ کر بھی تشنہ لب رہا، گوہرِ مراد حاصل ہونے کے بعد بھی اپنے مقصدِ زندگی کو نہ پا سکا، چناں چہ حبشہ پہنچنے کے بعد اس نے مذہب عیسائیت اختیار کر لی، اور ضلالت و گمراہی کی لق و دق وادیوں میں بھٹکتا رہا، تا آں کہ موت کے پنجہ نے اس کو آ دبوچا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو بڑا ملال ہوا، پھر آپ ﷺ نے ان کی بیوی "حضرت ام حبیبہ بنتِ ابی سفیان" کو پیغامِ نکاح بھیجا، جو انہوں نے بہ خوشی قبول کر لیا، اور نجاشی شاہِ حبشہ نے غائبانہ طور پر ان کا نکاح حضور ﷺ سے کرا دیا۔

حبیبہ بنتِ جحش

یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، ابتدائی دور میں ہی حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوئیں، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک تھیں۔

حمنہ بنتِ جحش

یہ بھی دورِ اول میں مشرف بہ اسلام ہونے والی صحابیات میں سے ہیں، ان کا نکاح مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ سے ہوا جو جنگِ احد میں دولتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر ان کے بعد حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمانؓ کے رشتۂ زوجیت میں آئیں، جن سے محمد السجاد اور عمران پیدا ہوئے۔ سجاد حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

دیگر صحابہؓ سے رشتہ داری

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سیدنا مصعب بن عمیرؓ، سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بہنوئی تھے۔

سیدہ زینبؓ کی بہن حمنہ بنت جحشؓ کی سیدنا مصعبؓ کے بعد طلحہ بن عبیداللہ سے شادی ہوئی، اس طرح وہ بھی سیدہ زینبؓ کے بہنوئی ہوئے۔

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے حبالۂ عقد میں آنے سے قبل سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بھائی عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں یعنی سیدہ ام حبیبہؓ سیدہ زینبؓ کی بھابھی تھیں، بعد ازاں وہ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آنے سے قبل سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں یعنی دو ازواجِ مطہرات قبل ازیں سیدہ زینب بنت جحشؓ کی بھابھیاں تھیں۔

سیدنا عباسؓ اور سیدنا حمزہؓ آپؓ کے ماموں تھے۔

سیدہ صفیہ بنتِ عبدالمطلبؓ آپؐ کی خالہ تھیں، اُمّ المومنین سیدہ امِ سلمہ آپؓ کی خالہ زاد بہن تھیں۔

سیدنا علی، سیدنا جعفرِ طیار اور سیدنا عقیل اور سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہم سیدہ زینب بنتِ جحشؓ کے ماموں زاد بھائی بہن تھے۔ حضرت زینبؓ کے خاندان کی یہ ساری تفاصیل اس لیے قارئین کی نذر کی گئیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ آپ کس قدر معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔

ولادت و پیدائش

ام المومنین حضرت زینبؓ کی پیدائش خاندانِ بنی اسد میں ہجرتِ نبوی سے تقریباً تیس سال پہلے ۵۹۰ء میں سرزمینِ مکۂ مکرمہ میں ہوئی اور وہیں پروان چڑھی۔

قبولِ اسلام

جب ہادیٔ اعظم ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا اور اس کی صدائے بازگشت جحش کے فرزند عبداللہ کے کانوں سے ٹکرائی تو عبداللہ نے اس کو دل و جان کی گہرائی سے قبول کرلیا، اور رحمتِ دو عالم ﷺ کے دستِ بابرکت پر بیعت کر کے ''السابقون الاولون'' کے مقدس گروہ میں شامل ہو گئے، اور اتنا ہی نہیں؛ بلکہ عبداللہ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کا پورا گھرانہ کفارِ مکّہ کی ایذارسانی کی پروا کیے بغیر دلوں میں جاں گزیں ہو جانے والی اسلامی صداقت و حقانیت اور اس کے گنج گراں مایہ سے بہرہ ور ہو گیا، جن میں حضرت زینبؓ پیش پیش رہیں۔

ہجرت

جب مکۂ معظمہ میں نبیٔ کریم ﷺ کی دعوتِ اسلام کے اثرات پھیلنے لگے تو سردارانِ قریش غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گئے، تو آموزانِ اسلام کو طرح طرح کی

اذیتوں سے دو چار کرنے لگے، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا، کسی کو تپتی ہوئی ریت پر برہنہ گھسیٹا گیا، کسی کے جسم کو اونٹوں سے باندھ کر انہیں مخالف سمت دوڑا کر چیر پھاڑ دیا گیا، غرضیکہ کوئی ایسی اذیت ناک تدبیر نہ تھی جو دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کو تڑپانے کے لیے اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے اختیار نہ کی ہو، اسلام سے منحرف کرنے کے لیے نت نئے طریقے آزمائے گئے، اور اس طرح مسلمانوں کا مکۂ مکرمہ میں جینا دوبھر کر دیا گیا، اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے آقا ﷺ نے وحیِ الٰہی کے مطابق جاں نثاروں کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم فرما دیا۔

چناں چہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سنہ ۱۳ نبوی میں بنو جحش کا خاندان بھی حضرت عبداللہؓ کی قیادت میں سوئے مدینہ رواں دواں ہوا، جس میں ابو احمد بن جحش، محمد بن عبد اللہ بن جحش، اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحش، مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر کی اہلیہ حمنہ بنت جحش اور عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجہ حبیبہ بنتِ جحش شامل تھیں۔ یہ قافلہ مدینہ پہنچ کر حضرت عاصم بن ثابت بن افلح انصاریؓ کے یہاں بہ حیثیت مہمان فروکش ہو گیا۔ پھر بعد میں حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت عاصمؓ کے مابین رشتۂ مواخات قائم کر دیا۔ حضرت زینبؓ رشتے کی قرابت کی بنا پر حضور ﷺ کی کفالت اور سرپرستی میں بھی رہی ہیں۔

صاحبِ ''اسد الغابہ'' کے بیان کے مطابق حضرت زینبؓ اگر اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ کے ساتھ حبشہ کی ہجرت میں شریک رہی ہیں، تو پھر انہیں بھی دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہے، اس لیے کہ حضرت عبداللہؓ حبشہ سے مکہ واپس آئے ہیں اور پھر مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی ہے۔

سیدہ زینب کا حضرت زیدؓ سے نکاح

۳ھ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت زینبؓ کا نکاح اپنے آزاد کردہ اور منہ بولے

بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا، اور اس کے لیے ان کے پاس پیغام بھی بھیجا، جس پر اہلِ خاندان اور سیدہ زینبؓ نے یہ چند وجوہ یہ کہہ کر انکار کر دیا: "یا رسول اللہ! میں زید کو اپنے لیے پسند نہیں کرتی؛ کیوں کہ نسب کے لحاظ سے میں اس سے بہتر ہوں۔"

سیدنا زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہؓ ملکِ یمن کے ایک معزز قبیلہ "بنو قضاعہ" (بنو کلب) کے چشم و چراغ تھے، والدہ کی طرف سے ان کا تعلق "بنو معن" سے تھا جو عرب کے مشہور قبیلہ "بنی طے" کی ایک شاخ ہے، مگر ان پر غلامی کا بدنما داغ لگ چکا تھا، جس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں ان کی والدہ "سُعدیٰ" انہیں ساتھ لے کر اپنے میکے جارہی تھیں کہ راستہ میں "بنی قین بن جَسر" کے ڈاکوؤں نے قافلے پر چھاپہ مارا، مال و متاع کے ساتھ سعدیٰ کے لختِ جگر "زید" کو بھی چھین لیا، اور غلام بنا کر مکّہ کے قریبی بازار "سوقِ عُکاظ" میں لے گئے۔ وہاں اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے دوسرے غلاموں کے ساتھ انہیں بھی چار سو درہم میں خرید لیا اور مکّہ آ کر ننھے زید کو اپنی پھوپھی کی نذر کر دیا۔ جب حضور ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا اور آپ ﷺ نے زید کو ان کے یہاں دیکھا تو اس پندرہ سالہ نوجوان لڑکے کے اطوار و خصائل اور طور و طریق کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ سے مانگ لیا۔

ادھر حضرت زیدؓ کے والد حارثہ کا اپنے لختِ جگر کے فراق میں بُرا حال تھا، ان کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان رہتے تھے، یہاں تک کہ ان کو یہ خبر ملی کہ ان کا لختِ جگر سرزمینِ مکّہ میں ہے، تو فرطِ مسرّت سے ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ حارثہ اسی وقت اپنے بھائی کعب بن شراحیل کو ہمراہ لے کر مکّہ کی طرف چل کھڑے ہوئے اور منزل پر منزل مارتے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں جا پہنچے، اور بصد منّت و لجاجت عرض کی کہ: آپ جتنا زرِ فدیہ لینا چاہیں لے لیں؛ مگر ہمارے فرزند کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: زید کو میری طرف سے اختیار ہے، اگر وہ یہ خوشی تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بلاعوض و بدون زرفدیہ کے جاسکتا ہے۔ یہ سن کر دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، پھر آپ ﷺ نے زید کو بلا کر یہ اختیار دیا کہ چاہو تو تم میرے ساتھ رہو یا چاہو تو اپنے والد کے ساتھ چلے جاؤ۔

ادھر آتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ جاتا ہے

حضرت زید کو سرورِ کونین ﷺ کی غلامی میں جو لطف و کرم، شفقت و محبت اور پیار ملا تھا اس پر ہزاروں آزادیاں بھی نثار تھیں، جھٹ سے بولے: میں ایسا نہیں جو حضور پر کسی اور کو ترجیح دوں، میں آپ کے درِ اقدس کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

لاکھ آزادیاں اک تیری غلامی پہ نثار

زید کی اس مخلصانہ وفاشعاری نے ان کے باپ اور چچا کو سراپا حیرت بنا ڈالا تعجب سے بولے: افسوس! تم آزادی، ماں باپ اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو؟ زید نے کہا: ہاں! مجھے اس ذات میں کچھ ایسے محاسن نظر آئے ہیں جس کے سبب میں ان پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

زید نے اپنی غیر متزلزل وفاشعاری سے آقائے دو جہاں ﷺ کے دل میں دبی ہوئی محبت کی چنگاری کو مشتعل کردیا، چناں چہ حضور ﷺ فوراً ان کا ہاتھ پکڑ کر حرم کعبہ میں تشریف لے گئے اور مقامِ حجر کے پاس زید کا ہاتھ تھام کر اعلان فرمایا: زید آج سے میرا بیٹا ہے، میں اس کا وارث ہوں گا اور وہ میرا وارث ہوگا۔ اس اعلان کے بعد زید "زید بن محمد" کے نام سے زبان زد خاص و عام ہوگئے، ادھر زید کے باپ اور چچا، زید کو لطف و کرم کی شاداب بہاروں میں خوش و خرم دیکھ کر خوشی خوشی اپنے وطن واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ حضور ﷺ کے اعلانِ نبوت سے قبل پیش آیا تھا۔ پھر جب حضرت زیدؓ نکاح کی عمر کو پہنچے تو حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنی باندی "برکہ" کے ساتھ کرادیا، جن کی کنیت

''امِ ایمن'' ہے، انہوں نے حضور ﷺ کی بچپن میں پرورش کی تھیں، ابتدائی دور میں ہی دامنِ اسلام سے وابستہ ہو چکی تھیں، حضور ﷺ ان کی بڑی قدر و منزلت فرماتے تھے، حضرت زیدؓ کے صاحبزادے اور جلیل القدر صحابی حضرت اسامہ بن زید کی والدہ ماجدہ بھی امِ ایمن ہیں۔ (تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں: بیس جنتی صحابہ، از ص: ۱۵۱ تا ص: ۲۹۰، ناشر: شعبہ تقریر و تحریر، جامعۃ الجمیل)

حضرت امِ ایمنؓ حضرت زید کے نکاح میں تھیں کہ آں حضرت ﷺ نے ان کا دوسرا نکاح سیدہ زینب بنتِ جحشؓ سے کرانا چاہا اور اس کے لیے سیدہ کے پاس پیغامِ نکاح بھجوایا، جس پر انہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

سیدہ زینبؓ کے زید سے نکاح کو ناپسند کرنے کا سبب

سیدہ اور ان کے خاندان والوں کا موقف یہ تھا کہ ایک اونچے خاندان کی شریف زادی کا نکاح ایک آزاد شدہ غلام کے ساتھ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔

کیوں کہ عرب بالخصوص قبیلۂ قریش کی ایک معزز خاتون کسی غلام کے حبالۂ عقد میں ہو یہ ان کے لیے نہایت عار کی بات سمجھی جاتی تھی؛ مگر چوں کہ اس کی بنیاد جہالت وضلالت پر تھی، جس کی بیخ کنی ضروری تھی، اور ضروری کیوں نہ ہو! جب کہ حضور ﷺ کی بعثت ہی لوگوں کو کفر وشرک کی ضلالت وگمراہی اور جہالت کی تاریک ترین گھاٹیوں سے نکال کر صراطِ مستقیم کی شاہراہ پر گامزن کرنا اور علم کی روشنی سے روشناس کرانا تھا، اور اس حقیقت کو آشکارا کرنا تھا کہ خاندانی اور نسبی شرافت کا ہدایت سے کوئی تعلق نہیں؛ بلکہ یہ نری جہالت وگمراہی ہے کہ خاندان اور نسبی تعلق کو بڑائی اور شرافت کا معیار قرار دیا جائے، اسلام میں تو عظمت وشرافت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے مکرم وہ ہیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کی اونچ نیچ کی رسم اور غلط رواج کو عملاً ختم کرنے کے لیے سیدہ زینبؓ کے یہاں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ بھیجا، مگر زمانۂ دراز سے چلی آرہی اونچ نیچ کی رسم بدلوں میں اس قدر پیوست ہو چکی تھی کہ سیدہ زینب اور ان کے گھر والوں نے رشتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر خداوندِ قدوس نے ان کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا﴾ (الاحزاب: ۳٦) ترجمہ: اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کر دیں تو نہ کسی مؤمن مرد کے لیے یہ گنجائش ہے نہ کسی عورت کے لیے کہ ان کے اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ (آسان ترجمۂ قرآن از مفتی تقی عثمانی)

حضرت زیدؓ سے نکاح، مہر اور خانہ آبادی

پھر کیا تھا: اس ارشادِ خداوندی کو سنتے ہی سیدہ زینب اور ان کے اہلِ خانہ نے اطاعت کے لیے سرِ تسلیم خم کر دیا، چناں چہ حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدہ زینبؓ سے نکاح کر دیا، اور مہر میں دس دینار، ساٹھ درہم، ایک بار برداری کا جانور، چار زنانہ کپڑے، پچاس مد غلّہ اور تیس صاع کھجور متعین ہوا، جسے خود حضور ﷺ نے اپنی جیبِ خاص سے ادا فرمایا۔ اس سے پہلے حضرت زیدؓ خاندانِ نبوت کے ایک فرد کی حیثیت سے آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، اب حضور ﷺ نے انہیں علاحدہ مکان میں بسایا اور خانہ داری کے لیے ضروری اسباب بھی مہیا فرمائے۔

جمہور مفسرین نے آیتِ مذکورہ کا شانِ نزول حضرت زینب بنت جحشؓ کے واقعہ ہی کو قرار دیا ہے جب کہ بعض مفسرین نے اور واقعے بھی ذکر کیے ہیں، ممکن ہے کہ متعدد واقعے پیش آئے ہوں، اور ان سب کے بارے میں آیت کا نزول ہوا ہو۔ اور یہ بھی

ممکن ہے کہ آیتِ کریمہ کا نزول اصلاً حضرت زینبؓ کے بارے میں ہی ہوا ہو اور پھر اسی جیسا واقعہ پیش آنے پر انکار کرنے والوں کے سامنے آیت کو پیش کر کے ان کے انکار کی غلطی کو واضح کیا گیا ہو، واللہ اعلم۔

حضرت زیدؓ کا سیدہ زینبؓ کو طلاق دینا

حضرت زینبؓ تقریباً ایک سال تک حضرت زیدؓ کے نکاح میں رہیں؛ لیکن خاندانی ونسبی عدمِ توازن اور طبائع کی ناموافقت کے سبب میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکا، میاں بیوی کے مابین جس قسم کی موانست وموافقت ہونی چاہیے وہ مفقود رہی، جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ سیدہ زینبؓ کے مزاج میں حدّت وتیزی تھی، جسے حضرت زیدؓ برداشت نہ کر سکے، اس کی وجہ سے گھریلو ماحول میں دن بہ دن تلخیاں بڑھتی ہی جا رہی تھیں، جو عزت ووقار اور سکون واطمینان ہر خاوند اپنی رفیقۂ حیات سے چاہتا ہے وہ حضرت زیدؓ کو گھر میں میسر نہ تھی، اس صورتِ حال سے دل برداشتہ ہو کر حضرت زیدؓ نے بار ہا دربارِ نبوت میں حضرت زینبؓ کی تنگ مزاجی وترش روئی کی شکایت کی، یہاں تک کہ ان کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا، اس پر حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور صبر وتحمل اور بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی اور فرمایا: ﴿امسك علیك زوجك واتق اللہ﴾ ترجمہ: اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا، آخر کار میاں بیوی کی شکر رنجیاں رنگ لا کر رہیں۔ کوئی تلقین، کوئی نصیحت اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، اور کوئی چیز ان کے دل کو جوڑ نہ سکی، بالآخر حضرت زیدؓ نے شادی کے ایک سال بعد ۵ھ میں حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔

متبنّٰی کی حقیقت اور حضور ﷺ کا سیدہ زینبؓ سے ارادۂ نکاح

طلاق کے اس واقعہ نے اللہ کے نبی کو سخت رنجیدہ کیا؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے ہی

زور دے کر یہ رشتہ کروایا تھا، اور دوسری طرف سیدہ زینبؓ کے خاندان والوں کو بھی غم واضطراب سے دوچار ہونا پڑا۔ جن دنوں حضرت زیدؓ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا سوچ رہے تھے ان ہی دنوں عالمِ بالا سے حضور ﷺ کو اشارہ مل رہا تھا کہ اس طلاق کے بعد آپ کو حضرت زینبؓ سے نکاح کرنا ہوگا؛ تاکہ تبنیت (گود لینے) کی قدیم جاہلانہ رسم پر ایسی کاری ضرب لگے جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ اس غیر حقیقت پسندانہ رواج کے زہریلے اور شرانگیز اثرات سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔ سیدہ زینبؓ اور ان کے خاندان کے افراد جو اس وقت غم واضطراب سے دوچار تھے ان کی دلجوئی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ خود آگے بڑھ کر حضرت زینبؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمالیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو رازدارانہ انداز میں بتا بھی دیا تھا کہ زینبؓ آپ کی بیوی بنے گی؛ لیکن زمانہ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کی حیثیت حقیقی بیٹے کی طرح ہی سمجھی جاتی تھی، وہ وراثت بھی پاتا تھا اور اس کی بیوی منہ بولے باپ پر حرام سمجھی جاتی تھی اور ابھی تک اسلام میں اس رسم بد کی تردید میں کوئی حکم صریح نہیں آیا تھا، اس لیے آپ ﷺ اس سلسلے میں قدم اٹھاتے ہوئے جھجک رہے تھے کہ کہیں یہود ومنافقین اور مشرکین طعنہ زنی اور فتنہ انگیزی نہ کردیں، چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کی اس ذہنی کشمکش اور تردد کو ختم کرنے کے لیے صراحتاً حکم نازل فرمایا:

﴿وإذ تقول للذي أنعم الله عليه وأنعمت عليه أمسك عليك زوجك واتق الله وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله أحق أن تخشاه، فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها لكي لايكون على المؤمنين حرج في أزواج أدعيائهم إذا قضوا منهن وطرا وكان أمر الله مفعولا﴾.

ترجمہ: اور اے پیغمبر! یاد کرو جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا، اور تم نے بھی احسان کیا تھا یہ کہہ رہے تھے کہ: اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو،

اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے، حالاں کہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کرلیا تو ہم نے اس سے تمہارا نکاح کرادیا، تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اس وقت کوئی تنگی نہ رہے، جب انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کرلیا ہو، اور اللہ نے جو حکم دیا تھا اس پر عمل ہو کر ہی رہنا تھا۔ (سورۂ احزاب: ۳۷، آسان ترجمۂ قرآن)

حضرت زینبؓ حرمِ نبوی میں

چناں چہ جب سیدہ زینبؓ عدت گزار چکی تو آپ ﷺ نے انہیں اپنی طرف سے پیغامِ نکاح بھیجنے کا ارادہ کیا اور یہ خدمت حضرت زیدؓ ہی کے سپرد فرمائی۔ یاد رہے کہ اُس وقت تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ صحیح مسلم اور مسندِ امام احمد میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہؓ کے ذریعہ اپنے لیے نکاح کا پیغام بھیجا، وہ تعمیلِ حکم کے لیے حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ خود حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ: جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ زینب آٹا گوندھ رہی ہیں۔

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں: جب میں نے انہیں دیکھا تو ان کی ذات کے متعلق میرے دل میں احترام کے جذبات موجزن ہوگئے؛ کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ حضور ﷺ ان سے نکاح کرنے والے ہیں۔ احترام وعقیدت کے ان ہی جذبات کے تحت میں انہیں نظر بھر کر نہ دیکھ سکا، میں اپنی ایڑیوں کے بَل مڑ گیا اور ان کی طرف پیٹھ کرکے نہایت ادب سے کہا: زینب! تمھیں بشارت ہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہارا ذکر فرماتے ہیں اور نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔ یہ سن کر وہ بولیں: میں اُس وقت تک کچھ نہ کہوں گی جب تک استخارے کے ذریعے اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں۔ یہ

کہہ کر وہ مصلّے پر کھڑی ہو گئیں اور نماز پڑھنے لگیں۔

وہ ابھی حالتِ نماز ہی میں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر دی اور رسولِ اقدس ﷺ کو پیغام دے دیا کہ ہم نے تمہاری شادی زینب کے ساتھ آسمانوں پر کر دی ہے۔

علما نے اس پر یہ نکتہ لکھا ہے کہ: حضور انور ﷺ کے پیغامِ نکاح کے سلسلے میں کسی انسان سے مشورہ کرنے کے بجائے چوں کہ انہوں نے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے مشورہ طلب کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بخشا کہ اپنی ولایتِ خاصہ سے آسمان پر ملائکہ کی موجودگی میں ان کا نکاح سرکارِ دو عالم ﷺ سے کر دیا۔

حضرت زیدؓ سے پیغام بھجوانے کا فائدہ

حضرت زیدؓ کے ذریعے پیغام بھجوانے میں دوسری بہت سی حکمتوں کے ساتھ اس بات کی تعلیم دینا بھی مقصود تھا کہ طلاق کو آپس کی دشمنی کا سبب نہیں بننے دینا چاہیے، کیوں کہ جس طرح آپس میں نکاح سے پہلے ایمانی اور اسلامی تعلق موجود تھا، اسی طرح طلاق کے بعد بھی وہ موجود ہے، اور ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے ادب واحترام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، نیز اس میں حضرت زیدؓ کی عظمت کا بھی بیان ہے کہ وہ آپ ﷺ کے نزدیک نہایت باعظمت اور قابلِ اعتماد تھے۔

بشارت پر سیدہ زینبؓ کا اظہارِ تشکر

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: جب سیدہ زینبؓ کو مذکورہ بالا آیت کے نزول کی اطلاع ہوئی تو وہ جذباتِ تشکر وامتنان سے سرشار ہو کر اپنے مولائے حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئیں۔

حضرت یحییٰ بن حبان کہتے ہیں کہ: یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ کی خادمہ سلمٰی دوڑتی ہوئی سیدہ زینبؓ کے پاس آئی اور یہ بشارت کہہ سنائی، اس پر سیدہ نے خوش ہو کر

بہ طور انعام اسے اپنے باز و بند عنایت کر دیے۔

حضرت زینبؓ کے حقیقی بھتیجے محمد بن عبداللہ بن جحش اپنی پھوپھی کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ: جب نکاح کی بشارت لے کر قاصد میرے پاس آیا تو میں نے دو ماہ کے روزوں کی نذر مانی جو میں نے ان ایام میں رکھے جب حضور ﷺ سفر میں ہوتے اور میں گھر پر ہی مقیم ہوتی۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ سیدہ کا نکاح حضور ﷺ سے ان کے بھائی ابو احمد نے کیا تھا۔ ممکن ہے کہ بعد میں زمینی سطح پر بہ طور اعلانیہ یہ بھی ہوا ہو، مگر اصل بات یہی ہے کہ یہ نکاح آسمان پر ہوا ہے اور خداوند قدوس نے کیا، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں گذر چکا۔

نیز حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جب وحی کا نزول ہو چکا تو آپ مسکراتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کون ہے جو جا کر زینب کو بشارت سنائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وإذ تقول للذي أنعم الله عليه وأنعمت عليه أمسك عليك زوجك واتق الله إلخ﴾.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: جب حضور ﷺ یہ آیتیں تلاوت فرما چکے تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ زینب میں جمال تو تھا ہی اب وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔ چناں چہ نزولِ آیت کے بعد آسمان پر نکاح ہو جانے کے باعث حضور ﷺ بلا اذن حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے گئے۔

ایک غلط روایت کی تردید

حضرت زینبؓ کے نکاح کا شانِ ورود محققین کے نزدیک اسی طرح ہے جس طرح ما قبل میں مذکور ہے؛ لیکن طبقات ابنِ سعد میں محمد بن یحییٰ بن حبان کی روایت ہے کہ زید بن حارثہ کو زید بن محمد بھی کہا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب یہ ذرا

سی دیر کے لیے نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو آپ فرماتے کہ: زید کہاں ہے؟ اور ان کو تلاش کرنا شروع کر دیتے، پس اسی طرح ایک مرتبہ ان کو تلاش کرتے ہوئے ان کے گھر تشریف لے گئے؛ لیکن ان کو نہ پایا، البتہ ان کی زوجہ زینب بنت جحشؓ آپ ﷺ کو دیکھ کر گھریلو کپڑوں میں آپ کے استقبال کے لیے کھڑی ہو گئی۔ لیکن آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا، انہوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! وہ یہاں نہیں ہے؛ لیکن میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اندر تشریف لائیں، مگر آپ ﷺ نے انکار فرمادیا۔

اصل میں جب حضرت زینبؓ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دروازے پر ہیں تو وہ بغیر کپڑے تبدیل کیے گھریلو لباس میں ہی یعنی کام کاج کے لباس میں تیزی کے ساتھ سامنے آگئیں، اس وقت وہ آپ ﷺ کو اچھی معلوم ہوئیں، اس لیے حضور ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور آہستہ سے کچھ کلمات پڑھے جو سمجھ میں نہیں آرہے تھے، اگر زور سے پڑھتے تو سمجھ میں آجاتے؛ لیکن کچھ کلمات سن لیے گئے کہ آپ کچھ پڑھ رہے تھے:

"سبحان الله العظيم، سبحان مصرف القلوب".

جب حضرت زیدؓ اپنے گھر آئے تو ان کی اہلیہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف لائے تھے، حضرت زیدؓ نے پوچھا کہ: کیا انہیں اندر نہیں بٹھایا؟ سیدہؓ نے کہا: میں نے درخواست کی تھی؛ لیکن آپ نے انکار فرمادیا، حضرت زیدؓ نے پوچھا کہ: کیا رسول اللہ ﷺ سے تم نے کچھ سنا؟ اہلیہ نے کہا: پشت پھیرتے وقت کچھ پڑھا تھا؛ لیکن میں سمجھ نہ سکی، البتہ یہ کلمات میں نے سنے:

"سبحان الله العظيم، سبحان مصرف القلوب".

اس کے بعد حضرت زیدؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے تھے؛ لیکن آپ اندر کیوں نہیں آئے؟ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، شاید زینب آپ کو

اچھی لگی ہے، پس میں ان کو اپنے سے جدا کر دوں گا؛ لیکن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنی اہلیہ کو اپنے پاس ہی روک کر رکھو؛ لیکن اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی اہلیہ کی طرف کوئی رغبت نہ رہی، اس کے بعد جب بھی زید کہتے کہ: میں ان کو جدا کر دوں گا، آپ ﷺ یہی ارشاد فرماتے کہ: نہیں: بلکہ اپنی اہلیہ کو روک کر رکھو۔

مذکورہ بالا روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اپنی کتاب ''سیرتِ مصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ: یہ قصہ منافقین کا کذب وافترا ہے، اہلِ ایمان کو اس پر ہرگز ہرگز یقین نہ کرنا چاہیے۔ یہ قصہ ملاحدہ اور زنادقہ کے مفتریات اور مخترعات میں سے ہے، جس کی نہ کوئی سند ہے اور نہ کوئی اصل، جمہور مفسرین نے اس قصہ کا موضوع، کذب اور افترا ہونا بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں کہ یہ قصہ بالکل بے اصل و بے سند ہے، خلافِ عقل بھی ہے؛ اس لیے کہ زینبؓ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، لڑکپن سے آپ کے سامنے رہیں اور بارہا آپ نے ان کو دیکھا تھا، آپ سے کوئی پردہ نہ تھا اور نہ پردہ کا حکم اب تک نازل ہوا تھا، حضرت زینبؓ شادی کے بعد بھی آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور آپ کے سامنے آتی تھیں تو کیا آں حضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کو زیدؓ سے نکاح کے بعد ہی پہلی بار دیکھا تھا اور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، اگر آپ کو ان کا حسن و جمال پسند تھا تو پہلے ہی زید سے کیوں نکاح کرنے دیا، جس پر خود زینبؓ اور ان کے ورثا اور اولیا بہ مشکل راضی ہوئے، آپ نے خود ہی کیوں نہ ان سے نکاح کر لیا جب کہ ان کے اعزہ و اقارب آپ ﷺ سے نکاح کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کرتے، معلوم ہوا کہ یہ واقعہ عقلاً و نقلاً ہر دو اعتبار سے بے اصل ہے۔

شاندار ولیمہ

سیدہ زینبؓ کا نکاح خود خداوندِ قدوس نے اپنی ولایتِ خاص سے کیا اور اس کے متعلق اپنی سب سے مقدس کتاب قرآنِ پاک میں آیات نازل فرمائیں، پھر یہ کہ اس

نکاح کے ذریعہ دسیوں رسومِ جاہلیت کا ابطال ہوا، اور متعدد مسائل کی وضاحت ہوئی، اس لیے اس نکاح کی اپنی خصوصی شان ہوئی، لہٰذا آپ ﷺ نے اس کی خصوصی شان کا اظہار اس طرح فرمایا کہ: دعوتِ ولیمہ کے لیے غایت درجہ اہتمام کیا، جس کا بیان امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں حضرت انسؓ کے حوالے سے کیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت زینبؓ کی شادی پر ایسا شاندار ولیمہ کیا کہ ہم نے کسی دوسری زوجہ کی شادی پر نہ دیکھا، حضرت انسؓ کے شاگرد ثابت نے پوچھا: اس ولیمہ میں کیا پیش کیا گیا تھا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے اس ولیمہ میں ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت اور روٹی پیش کی تھی، کھانا اس کثرت سے میسّر تھا کہ لوگ باقی چھوڑ کر چلے گئے۔

اس ولیمہ کے متعلق علامہ ابن سعد نے ''طبقات'' میں حضرت انسؓ کی تفصیلی روایت نقل کی ہے: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میری والدہ امِ سلیم نے کچھ کھجوریں، گھی اور پنیر لیا اور سب چیزوں کو پتھر کی ایک ہانڈی میں ڈال کر مالیدہ تیار کر کے ایک تھالی میں بھر دیا، ان کے خیال میں وہ آپ ﷺ اور آپ کی دُلہن کے لیے کافی تھا۔ میں اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو، اور ابوبکر، عمر، عثمان وعلی اور دوسرے چند لوگوں کو بلالاؤ۔ مجھے حیرت ہوئی کہ کھانا تو تھوڑا سا ہے اور حضور نے اتنے سارے آدمیوں کو دعوت دے دی ہے! میں تعمیلِ حکم کی خاطر سب کو جا کر بلالایا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: دیکھو! اگر مسجد میں کوئی موجود ہو تو اسے بھی بلالاؤ، چناں چہ میں مسجد میں گیا، سب نمازیوں اور سونے والوں کو لے آیا، یہاں تک کہ گھر لوگوں سے بھر گیا، حضور ﷺ نے پوچھا: مسجد میں کوئی باقی تو نہیں رہا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، اس کے بعد فرمایا کہ: جو راستے میں ہو اسے بھی لے آؤ، چناں چہ میں راہ چلتوں کو بھی لے آیا، اب حجرہ کھچا کھچ بھر گیا۔

اس کے بعد آپ نے مالیدہ کا برتن اٹھالانے کو کہا: میں نے اسے آپ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے اس پر اپنی تین انگلیاں رکھیں، اسے دبایا، کلامِ پاک میں سے کچھ پڑھا اور لوگوں سے کہا: بسم اللہ پڑھ کے کھاؤ، میں نے مالیدہ کو دیکھا کہ وہ چشمہ کے پانی کی طرح ابل رہا تھا۔ گھر اور حجرے میں موجود تمام لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا: لیکن برتن اتنا ہی بھرا ہوا تھا جتنا میں لے کر آیا تھا، اس کے بعد مالیدہ کا یہ برتن میں نے امّ المؤمنین کے سامنے رکھ دیا۔ اور یہ حیرت انگیز واقعہ اپنی ماں کو سنانے کے لیے گھر چلا گیا، وہ سن کر بولیں: بیٹا! تعجب نہ کرو، اگر حضور مدینے کے تمام لوگوں کو بھی کھلانا چاہتے تو ان کے لیے بھی یہ کھانا کافی ہو جاتا۔

کسی نے حضرت انسؓ سے پوچھا: تمہارے خیال میں کھانے والوں کی تعداد کتنی تھی؟ تو حضرت انسؓ نے فرمایا: مجھے اکہتر آدمیوں کا تو یقین ہے اور بہترویں آدمی کا شبہ ہے۔ دوسری روایت میں تین سو افراد کا بھی ذکر ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب لوگ آ گئے تو آپ کا حجرۂ مبارک اور چبوترہ سب جگہیں لوگوں سے بھر گئیں، حضور ﷺ نے فرمایا: دس دس افراد کا حلقہ بنالیں، اور ہر آدمی اپنے آگے سے کھانا کھائے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: سب نے خوب سیر ہو کر کھایا، ترتیب وار دس دس آدمی آتے اور کھا کر چلے جاتے، سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ سب نے کھانا کھالیا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اے انس! یہ کھانا اٹھالو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ: معلوم نہیں جب میں نے کھانا رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہر شادی کے موقع پر ولیمے کی دعوت کا اہتمام کیا، لیکن یہ اہتمام اس وقت کے حالات کے مطابق تھا، اُس وقت اقتصادی حالات بہتر تھے، اسی لیے ولیمے کے موقع پر بکری ذبح کی گئی۔

منافقوں کا اعتراض اور اس کا جواب

حضور ﷺ کے ساتھ سیدہ زینبؓ کی یہ شادی ہوئی کہ آپ ﷺ کے خلاف طعنہ زنی اور زہریلے پروپیگنڈے کا ایک طوفان امنڈ پڑا، اعتراضات کی بوچھاریں شروع ہوگئیں اور جگہ جگہ بد باطن منافقین نے یہ ہوائیاں اڑانی شروع کردی کہ دیکھو! ہمیں تو منع کیا جاتا ہے کہ اپنے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح نہ کرو اور خود اپنے بیٹے زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرلیا۔ چوں کہ حضور ﷺ نے سیدہ زینبؓ سے یہ نکاح اپنی پسند اور اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا؛ بلکہ یہ نکاح خدائے عز وجل نے اپنی مشیت اور وسیع ہمہ گیر حکمت کے تحت کیا تھا، اس لیے اس پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات دینے کا کام بھی اس نے اپنے ذمے لیا، اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اس سلسلے میں جو پیرایہ اختیار کیا گیا وہ اپنی جامعیت و مانعیت، اپنے ایجاز واختصار اور اپنی فصاحت و بلاغت میں اعجاز کی تمام بلندیوں سے بھی ماورا ہے، اور یہی اس کے کلام الٰہی ہونے کا بین ثبوت ہے۔

چناں چہ ان بد باطنوں کے جواب میں سلسلۂ وحی پھر سے حرکت میں آیا، عرشِ بریں سے آیتیں لے کر جبرئیل زمین پر اترے اور خداوند قدوس کا دوٹوک جواب سنایا جس سے مشرکین کی بولتی بند ہوگئی،

﴿ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما﴾.

مسلمانو! محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں؛ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔ (سورۂ احزاب: ۴۰، آسان ترجمۂ قرآن)

نکاح کے فوائد

ام المومنین حضرت زینبؓ کے اس نکاح پر اگر غور وفکر کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس نکاح کے نتیجے میں دوررس اخلاقی اور معاشرتی اصلاحات عمل میں آئیں، جن کی برکت سے بلکتی اور سسکتی انسانیت کو حسنِ سلوک اور فلاح وسلامتی کی ضمانت حاصل ہوئی، چناں چہ ان کی ذاتِ بابرکت جن انقلابی اور تاریخ ساز اصلاحات کی موجب بنی وہ کچھ اس طرح ہیں:

انسانی مساوات کا عملی پیغام

عہد جاہلیت میں عرب معاشرہ ہی نہیں؛ بلکہ ہر ملک کی سوسائٹی آزاد شدہ غلام کو ایک آزاد شخص کے برابر قانونی اور معاشرتی مقام ومرتبہ دینے کے لیے تیار نہ تھی، ایک آزاد شدہ غلام اپنی بے پناہ ذہنی، اخلاقی اور جسمانی صلاحیتوں کے باوجود اُس انسانی اور معاشرتی عزّ وشرف سے محروم تھا جو ایک آزاد انسان کے لیے مخصوص تھا۔ رسول خدا ﷺ نے سیدہ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے ساتھ کر کے اس غیر انسانی اور غیر اخلاقی جاہلانہ تصور کا قلع قمع کر دیا۔ اسی انسانی مساوات کا نتیجہ تھا کہ بعد کے ادوار میں ان ہی آزاد کردہ غلاموں نے علم وعمل کی خاموش فضاؤں سے لے کر معرکۂ کارزار کے ہنگاموں تک قائدانہ کردار ادا کیا، جس کے نقوش آج تک تاریخ کے سینے پر ثبت ہیں۔

تبنّیت کی غیر فطری رسم کی تنسیخ

کسی گود لیے ہوئے بچے کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا کر اسے حقیقی بیٹے کا درجہ دینے کی رسم دنیا کے ہر ملک اور ہر معاشرے میں موجود تھی، اس غیر فطری رسم کی کوکھ سے بے شمار

معاشرتی روگ اور بے پناہ اخلاقی مفاسد جنم لے رہے تھے، جس کے نتیجے میں ناانصافیوں، حق تلفیوں، بے راہ رویوں اور بے اعتدالیوں کا ہر سو دور دورہ تھا؛ لیکن یہ رسم اتنی قدیم اور اس کا تقدس دل و دماغ میں اتنا راسخ اور پختہ ہو چکا تھا کہ اس کے خلاف آواز اٹھانا اور اسے ختم کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنا کسی مصلح کے بس کی بات نہ تھی؛ لیکن حضور ﷺ نے سیدہ زینبؓ سے نکاح کر کے اس قدیم تصور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اس طرح انسانیت کو ظلم و بے انصافی کے دلدل سے نکال کر اس کے لیے حق وانصاف کی راہیں کشادہ کر دیں۔

نزولِ حجاب

حضرت زینبؓ ہی کی دعوتِ ولیمہ کے موقع پر پردہ کا حکم بھی نازل ہوا، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: پردے کا حکم کب اور کیوں نازل ہوا اس کا علم سب سے زیادہ مجھے حاصل ہے: حضور ﷺ نے جب حضرت زینبؓ سے نکاح کے بعد ان کے ہمراہ رات گزاری اور پھر بہ وقتِ صبح ولیمہ کی دعوت کی، جس میں آپ ﷺ نے بہت سے اصحاب کو مدعو کیا، اور مکان کے ایک گوشے میں حضرت زینبؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کا منہ دیوار کی طرف تھا، چناں چہ جو لوگ مدعو کیے گئے تھے وہ آئے اور کھانا کھانے کے بعد واپس چلے گئے؛ لیکن چند آدمی (جن کی تعداد غالباً تین تھی) باتوں میں مشغول رہے اور کافی دیر تک اسی مشغلہ میں لگے رہے، آپ ﷺ کی چاہت تھی کہ یہ لوگ بھی چلے جائیں؛ لیکن فطری حیا کی وجہ سے صراحتاً ان سے کچھ نہ کہہ سکے، البتہ ان کو متنبہ کرنے کے لیے آپ نے یہ عمل کیا کہ بہ ذاتِ خود وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے، چناں چہ میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ ہولیا۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے کی چوکھٹ تک گئے، پھر یہ سمجھ کر واپس ہو گئے کہ وہ لوگ چلے گئے

ہوں گے، میں بھی آپ کے ساتھ واپس ہو گیا۔ مگر جب حجرے کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے باتیں کر رہے ہیں تو آپ پھر واپس ہو گئے، حالانکہ میں بھی آپ کے ساتھ تھا، یہاں تک کہ پھر حضرت عائشہؓ کے حجرے کی چوکھٹ تک گئے اور یہ خیال فرما کر پھر واپس آئے کہ اب کی بار وہ چلے گئے ہوں گے، میں اُس وقت بھی آپ کے ہمراہ تھا، اب کی بار واقعتاً وہ لوگ چلے گئے تھے، اس کے بعد آپ ﷺ حجرے میں داخل ہوئے اور میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔

بخاری شریف کی روایت میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے کہ: جب تمام لوگ کھا کر چلے گئے اور تین آدمی بیٹھے رہ گئے تو آپ اٹھے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے پاس جا کر ان کو سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور پوچھا کہ: آپ نے اپنے نئے اہل کو کیسا پایا؟ اور ساتھ ہی دعائے برکت دیتے ہوئے کہا: "بارك الله لك" پھر یکے بعد دیگرے تمام ازواج کے حجرے کے پاس جا کر انہیں سلام کیا، اور ہر ایک نے سلام کے جواب کے ساتھ نئی زوجہ کے متعلق برکت کی دعا دی۔

اس کے بعد واپس حضور ﷺ اپنے حجرے کے طرف لوٹے؛ لیکن اب بھی وہ لوگ گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، مگر نبی کریم ﷺ نہایت شرمیلے مزاج کے تھے، اس لیے صراحتاً کہہ نہ سکے اور چلتے ہوئے حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور کو اطلاع دی یا کسی اور نے کہ وہ لوگ چلے گئے، چناں چہ حضور ﷺ واپس لوٹے؛ یہاں تک کہ جب اپنا ایک پیر دروازے کی چوکھٹ پر رکھا تب ہی آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا اور آیتِ حجاب کا نزول ہوا۔

مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ لوگ چلے گئے اور آپ اندر داخل ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ اندر داخل ہونے لگا؛ مگر آپ نے میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال

دیا، اس لیے کہ اسی وقت پردہ کا حکم نازل ہوا تھا، چناں چہ نازل شدہ آیتِ کریمہ یہ تھی:

﴿يـأيهـا الذين امنوا لاتدخلوا بيوت النبي إلّا أن يؤذن لكم إلى طعام غير نـاظـرين إنـه ولـكـن إذا دعيتم فـادخـلوا فإذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسين لحديث إن ذلكم كـان يـؤذي النبي فيستحي منكم والله لايستحيي من الحق وإذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم وقلوبهن وما كان لكم أن تؤذوا رسول الله ولا أن تنكحوا أزواجه من بعده أبدا إن ذلكم كان عند الله عظيما﴾.

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بلا اجازت) داخل نہ ہو، الا یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی اجازت دے دی جائے، وہ بھی اس طرح کہ تم اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو؛ لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا، اور جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا، اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیوی سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔

(سورۂ احزاب: ۵۳، آسان ترجمۂ قرآن)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: سب سے پہلے یہ آیت میں نے سنی اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ: پھر حضور ﷺ نے باہر تشریف لا کر بہ آوازِ بلند لوگوں کو یہ آیت پڑھ سنائی۔

دو قسم کی روایتوں میں تطبیق

بخاری کی متعدد روایات سے جس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا حکم اُمّ المؤمنین

حضرت زینب بنتِ جحشؓ کے ولیمہ کے موقع پر نازل ہوا ہے، اسی طرح بخاری شریف ہی کی دیگر روایتوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ حکمِ حجاب ام المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہؓ کے بشری ضرورت کے لیے جانے اور سیدنا عمرؓ کی جانب سے ان کو ٹوکنے کے سلسلہ میں نازل ہوا ہے؛ لیکن دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ جس زمانہ میں آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا ہو اسی زمانہ میں حضرت سودہؓ والا واقعہ بھی پیش آیا ہو، اور مذکورہ دونوں اسباب کے جمع ہو جانے پر آیتِ حجاب کا نزول ہوا ہو۔ (واللہ اعلم)

آیتِ حجاب اور اس سے ثابت شدہ ہدایات وفوائد

(۱) کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے شرعی آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہر مؤمن کے لیے ضروری ہے، تا کہ اس کی بے راہ روی سے اہلِ خانہ کو کوئی اذیت نہ اٹھانی پڑے، اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ: کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

(۲) اجنبی عورت کی طرف دیکھنا اور اس سے گفتگو کرنا خطرے سے خالی نہیں؛ لہٰذا اگر کسی کو خاتونِ خانہ سے کوئی بات کرنی ہو یا اس سے کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ پردے کے پیچھے سے مانگے۔

(۳) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امہات المؤمنین بھی شرعی طور پر پردہ کرنے کی پابند تھیں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ''امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن'' میں سے کسی کے ساتھ کسی امتی کا نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔

(۵) دعوت میں کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد باتوں میں لگ جانا اور وہیں مجلس

جمالینا سخت معیوب قرار دیا گیا، کیوں کہ یہ صورتِ حال گھر والوں کے لیے سخت اذیت ناک اور نا قابلِ برداشت حد تک تکلیف دہ ہے۔

باری تعالیٰ نے سیدہ زینبؓ کے ولیمے کے موقع پر جو ہدایات اور فوائد نازل فرمائے وہ چادر اور چار دیواری کے تقدس کی حفاظت کے مکمل طور پر ضامن ہیں، جس کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُمّ المؤمنین سیدہ زینبؓ کی ذات اور ان کی یہ شادی عالمِ انسانی کے لیے خیر و برکت کا مجموعہ اور رحمت کا موجب ثابت ہوئی۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

خانۂ نبوی میں سیدہ زینبؓ اور دیگر ازواجِ مطہراتؓ کا احساسِ غیرت

حضرت زینب بنت جحشؓ ذی قعدہ ۵ھ میں حضور ﷺ کے رشتۂ زوجیت سے منسلک ہوئیں، اور تقریباً ساڑھے پانچ برس تک حضور ﷺ کی رفاقت کا انہیں موقع ملا، وہ جب اُمّ المؤمنین بن کر آپ ﷺ کے کاشانۂ نبوت پر فروکش ہوئیں تو اُس وقت ان کی چار سوکنیں (حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ) موجود تھیں، اور تقریباً دو سال کے عرصے میں مزید چار کا اضافہ ہوا، اس طرح سوکنوں کی کل تعداد آٹھ ہوگئی۔

سوکنوں کے درمیان کسی نہ کسی درجہ کا تناؤ اور بُعد کا ہونا ایک فطری امر ہے، ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ آرائی ان کی جبلت میں ہوتی ہے، جس کا پتہ مندرجۂ ذیل واقعہ سے چلتا ہے کہ دو ازواجِ مطہرات کے مابین نہایت ہی تلخی کا معاملہ پیش آیا جو بدمزگی کی حد تک پہنچ گیا تھا، مگر دونوں کا آئینۂ دل اور اس کی شفافیت دیکھیے کہ دونوں ایک دوسرے کے فضل و کمال کا اقرار و اظہار اور اعتراف کرنے سے چنداں گریز نہیں کرتیں، اس قدر صفائی قلب، صاف گوئی، حسنِ نیت اور پاک باطنی نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

سیدہ زینبؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں دو گروہوں میں منقسم تھیں، ایک گروہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ، حفصہ بنت عمر، سودہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں، جب کہ دوسرے گروہ میں سیدہ ام سلمہ، زینب بنت جحش، جویریہ، ام حبیبہ اور میمونہ رضی اللہ عنہن تھیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ازواج مطہراتؓ نے صحابۂ کرامؓ کی طرف سے صرف سیدہ عائشہؓ ہی کی باری کے دن ہدایا وتحائف آنے پر تعجب کا اظہار کیا اور بہ طور اعتراض حضور ﷺ سے کہا کہ: صحابہ سے کہیں کہ ہماری باری میں بھی تحائف بھیجا کریں، رسول اللہ ﷺ کو یہ مطالبہ ناگوار گذرا؛ مگر خاموش رہے۔ ازواجِ مطہراتؓ نے سیدہ زینبؓ سے کہا: تم ہی ہمارے حق میں رسول اللہ سے بات کرو۔ چناں چہ حضرت زینب حضور ﷺ کی خدمت میں گئی اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: آپ کی ازواج نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ آپ سے ابوقحافہ کے فرزند کی بیٹی کے بارے میں عدل وانصاف کا تقاضا کرتی ہیں، جب وہ باتیں کرتی ہوئی آگے بڑھیں تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی وہیں موجود ہیں، پھر تو کیا تھا، سیدہ زینبؓ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خوب سنائی اور دیر تک سخت وسست کہتی رہیں، حضور ﷺ دیکھ رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ اس کا کیا جواب دیتی ہے۔ جب حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ حضرت زینبؓ کچھ زیادہ ہی تلخ انداز اپنا رہی ہیں تو انہوں نے بھی منشائے نبوت دیکھ کر ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا، سیدہ عائشہؓ کے تیور دیکھ کر حضرت زینبؓ نے چپی سادھ لیں اور وہاں سے نکلنے میں عافیت سمجھیں، رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: عائشہ آخر ابوبکر کی بیٹی ہے!

یہی واقعہ حضرت عائشہؓ کی زبانی مسلم شریف میں قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قاصد بنا کر بھیجا، انہوں نے آ کر آپ ﷺ سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، اس وقت آپ ﷺ میرے ساتھ میری چادر میں لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے اجازت دینے پر وہ اندر داخل ہوئیں اور عرض کیا کہ: اللہ کے رسول! آپ کی ازواج نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ بنتِ ابی قحافہ (حضرت عائشہؓ) کے بارے میں آپ ﷺ سے عدل کی طالب ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ: میں خاموش رہی؛ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیاری بیٹی! کیا تم اسے محبوب نہ رکھوگی جسے میں محبوب رکھتا ہوں، حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا: ضرور محبوب رکھوں گی، آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اسے محبوب رکھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ: حضور ﷺ سے مذکورہ بات سننے کے بعد وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں، اور جو کچھ انہوں نے حضور ﷺ سے اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا ازواج سے جا کر کہہ دیا۔ اس پر ازواج نے ان سے عرض کیا کہ: تم نے مکمل ترجمانی نہیں کی، دوبارہ جاؤ اور عرض کرو کہ آپ ﷺ کی ازواج بنتِ ابی قحافہ کے بارے میں آپ سے عدل کی طالب ہیں، اس پر حضرت فاطمہؓ نے ان کو جواب دیا: قسم بہ خدا! میں اس بارے میں کبھی آپ ﷺ سے کوئی گفتگو نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے جب دوبارہ حاضرِ خدمت ہو کر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا تو ازواج نے زینب بنتِ جحشؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا، اور سچ بات یہ ہے کہ قدر و منزلت میں وہی میرے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں، اور میں نے زینب سے زیادہ دیندار، اللہ سے ڈرنے والی، بات کی سچی، صلہ رحمی کرنے والی، اور خود سے کام کر کے صدقہ کرنے والی اور اللہ کا قرب حاصل کرنے والی کوئی اور عورت

نہیں دیکھی؛ البتہ ان کے مزاج میں ذرا تیزی تھی؛ مگر بہت جلد نرم بھی پڑ جایا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ: وہ آئیں اور حضور ﷺ سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ اب بھی میرے ساتھ چادر میں اسی طرح لیٹے ہوئے تھے جس طرح کہ سیدہ فاطمہ کے آنے پر لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی، اندر داخل ہونے کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ: آپ کی ازواج نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ آپ سے ابوقحافہ کے فرزند کی بیٹی کے بارے میں عدل کی طالب ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: پھر وہ مجھ پر برس پڑی اور دیر تک سخت سست کہتی رہیں، میں حضور ﷺ کی طرف سے اجازت کی منتظر رہی کہ اجازت ہو تو جواب دوں، جب آپ کے طرزِ عمل سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ میرا جواب دینا آپ کے لیے بارِ خاطر نہ ہوگا، تو میں نے بھی جواب دینا شروع کر دیا اور ایسا مسکت جواب دیا کہ ان کو خاموشی کے ساتھ واپس چلے جانے میں ہی عافیت نظر آئی، جب وہ واپس جانے لگیں تو آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا: کیوں نہ ہو آخر ابوبکر ہی کی بیٹی ہے۔

واقعہٴ افک میں جب منافقین نے حضور ﷺ کی چہیتی بیوی اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے دامنِ عفت وعصمت کو تار تار کرنے کے لیے ناز یبا الزام تراشی کی، اور مزید اپنی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اس کثرت سے پھیلایا کہ شاعرِ اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت مسطح بن اثاثہؓ جیسے مخلص مسلمان بھی اس پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے، اور سیدہ زینبؓ کی سگی بہن بھی حضرت حمنہ بنتِ جحشؓ بھی کچھ اپنی سادہ لوحی اور کچھ بہن کی محبت میں ان کا مقام ومرتبہ بلند کرنے کے خیال میں منافقین کی سازش سے متاثر ہو کر ان کی ہم نوا بن گئی تھیں، مگر واقعہ کی تحقیق کرتے ہوئے جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ پر لگائے الزام کے متعلق سیدہ زینبؓ سے پوچھا تو انہوں نے بے ساختہ یہ جواب دیا:

"یا رسول الله! احمي سمعي وبصري، والله ما علمت عليها إلا خيرا"

اے اللہ کے رسول! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں، بہ خدا! میں عائشہ کے متعلق خیر و بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

حالاں کہ یہ موقع تھا کہ کچھ گول مول اور مبہم بات کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کے مقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کرتیں، جیسا کہ عام طور پر سوکنوں میں ہوتا ہے، مگر آئینۂ دل کی صفائی اور کمالِ ورع و تقویٰ نے اس کی بھی اجازت نہیں دی کہ کم از کم سکوت ہی اختیار کرلیں، بلکہ حصر اور قسم کے ساتھ خیر و بھلائی اور پاک دامنی کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔

حضرت زینبؓ اور حضرت صفیہؓ

ام المومنین حضرت زینبؓ کا معاملہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ صرف اس قدر ہے کہ ایک سفر میں سیدہ زینبؓ، سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے ساتھ تھیں، درمیانِ سفر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا اور سواری کے قابل نہ رہا، حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زائد اونٹ موجود تھا، آں حضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: صفیہ کا اونٹ بیماری کے سبب سواری کے لائق نہیں رہا تم ان کو سواری کے لیے ایک اونٹ دے دو تو بہتر ہے۔ اس پر سیدہ زینبؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا: میں اس یہود یہ کو اونٹ سواری کے لیے دوں گی؟ ان کے اس نامناسب جملہ کی بنا پر- جوان کی بلندیٔ شان سے فروتر تھا- بہ طورِ سزا حضور ﷺ ان کے یہاں دو یا تین مہینہ تک تشریف نہیں لے گئے۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ رہے کہ سیدہ زینبؓ کا یہ جملہ کسی کدورت اور ناچاقی کے باعث نہیں تھا: کیوں کہ اس ایک واقعہ کے علاوہ تادمِ حیات دونوں کے درمیان کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو ایک دوسرے کے لیے باعثِ تکلیف ہو، اور یہاں اس

بات کا قوی امکان ہے کہ سیدہ کا وہ جملہ اس ناز کی بنا پر ہو جو انہیں حضور ﷺ کی بارگاہ میں خصوصی امتیازات کی بنا پر حاصل تھا۔

آیتِ تحریم

سورۂ تحریم کی پہلی آیتِ کریمہ میں باری تعالیٰ نے دینِ اسلام کا ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی ضابطہ بیان کیا ہے۔جس میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ حلال وحرام، جائز وناجائز کے حدود مقرر کرنے کا کلی اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، عام انسان تو در کنار خود رسول کبریا ﷺ بھی اپنی طرف سے کوئی تغیر وتبدّل نہیں کر سکتے، نبی بہ حیثیتِ نبی اگر کسی چیز کو حلال وحرام قرار دے سکتا ہے تو صرف اس صورت میں جب کہ باری تعالیٰ کی طرف سے اس کا اشارہ ملا ہو۔

اس اہم ضابطہ کے نزول کا سبب بھی سیدہ زینبؓ کی ذاتِ بابرکت ہی بنی، جیسا کہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے جو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہے، سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا روزانہ کا معمول تھا کہ بعد نمازِ عصر تمام بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے، کچھ دیر بیٹھ کر حال احوال دریافت فرماتے، اور ہر ایک کے پاس برابر وقت گزارتے۔ میں نے محسوس کیا کہ چند دنوں سے آپ ﷺ زینب بنتِ جحشؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھنے لگے ہیں، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا ہے اور حضور ﷺ کو شیرینی بہت پسند تھی، اس لیے آپ ان کے ہاں شہد نوش فرماتے ہیں۔ مجھے رشک ہوا، چناں چہ میں نے سودہ، حفصہ، صفیہ سے مل کر یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور تشریف لائیں وہ آپ سے یہ کہے کہ: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ چوں کہ حضور ﷺ بہت زیادہ نفاست پسند تھے اور بدبو سے آپ بہت زیادہ احتراز کرتے تھے،

میں نے یہ تدبیر حضور ﷺ کو زینب کے یہاں زیادہ دیر ٹھہرنے سے روکنے کے لیے اختیار کی تھی، چناں چہ سب ازواج نے آپ سے یہی کہا کہ: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، شاید آپ نے اسے کھایا ہے (''مغافیر'' ایک پھول کا نام ہے، اس میں کچھ بو ہوتی ہے، اگر شہد کی مکھی اس سے شہد حاصل کرلے تو اس کے اندر اس کا اثر آجاتا ہے) جب متعدد بیویوں نے آپ سے یہی بات کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے زینب کے ہاں شہد پیا تھا، بہ خدا! آئندہ سے کبھی بھی میں شہد نہیں پیوں گا۔

اس طرح میری یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی؛ لیکن پھر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

﴿يأيها النبي لم تحرم ما أحل الله لك، تبتغي مرضات أزواجك والله غفور رحيم﴾. (تحريم: ١)

ترجمہ: اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے تم اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسے حرام کیوں کرتے ہو؟ اور اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

سیدہ عائشہؓ کی یہ روایت ان کی بے مثال دیانت وامانت اور ان کی بے لوث راست گوئی اور صدق بیانی کا عظیم شاہکار ہے، اللہ اور اس کے رسول کے خاطر اپنی روحانی اولاد تک معلومات بہم پہنچانے کے سلسلہ میں اپنے فطری اور بشری تقاضوں کو صاف صاف بیان کردینے سے بھی دریغ نہیں کیا جس میں بہ ظاہر ان کی ذاتی تنگی کا پہلو نظر آتا تھا، ان کے اسی بے پناہ ایثار واخلاص نے انہیں ''صدیقہ'' کے جلیل القدر منصب پر فائز کیا اور وہ امتِ مسلمہ کے اعتماد کا مرکز ومحور قرار پائیں۔

غزوۂ طائف میں حضور ﷺ کی رفاقت اور سفرِ حج

غزوۂ طائف کے لیے حضور ﷺ تشریف لے گئے تو سیدہ ام سلمہ اور سیدہ زینب

بنتِ جحشؓ آپ کے ساتھ تھیں، اللہ کے رسول ﷺ دونوں کے لیے الگ الگ خیمے کا بند وبست بھی کیا تھا، جس میں آپ ﷺ دورانِ محاصرہ نماز بھی ادا فرماتے تھے۔ اور اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر بھی دوسری ازواج کی طرح سیدہ زینبؓ آپ کے ہمراہ رہیں۔

فضائل ومناقب

نبیٔ کریم ﷺ کے نزدیک سیدہ زینبؓ کا بڑا مقام ومرتبہ تھا، زہد وعبادت، سخاوت وفیاضی، ورع وتقویٰ، صدقہ وخیرات اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا، ان کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ سیدہ زینبؓ ازواجِ مطہرات سے بہ طورِ فخر کہا کرتی تھی کہ: تم سب کا نکاح تمہارے اولیا نے کیا، جب کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسانوں پر کیا۔ یہ حقیقت میں فخر نہیں تھا؛ بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر تھا، فرطِ مسرت اور منعم کی محبت انہیں اس عظیم الشان نعمت کے اظہار پر آمادہ کرتی تھی، یہی وجہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ بھی اس کو سنتے تھے اور سکوت فرماتے تھے۔

امام شعبی کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سیدہ زینبؓ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتی تھیں کہ: یارسول اللہ! میں تین وجہ سے اپنے آپ پر ناز کرتی ہوں:

(۱) میرے اور آپ کے جدِ امجد ایک ہی ہیں یعنی عبدالمطلب۔

(۲) میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ آسمان پر کیا۔

(۳) اور جبرئیل امین سفیر بنے۔

حضرت زینبؓ دیگر ازواج کی نظر میں

چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہؓ رطب اللسان ہیں کہ: تمام ازواجِ مطہراتؓ میں صرف زینب بنتِ جحشؓ ہی تھی جو حضور کی قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے میرے

مقابلے میں آتی تھی۔ بہ خدا! میں نے زینب سے بڑھ کر دیندار، پرہیزگار، سچائی کی خوگر، حق گو، صلہ رحمی کرنے والی، صدقہ وخیرات کرنے والی کوئی دوسری خاتون نہیں دیکھی۔ جو مال راہِ خدا میں صدقہ کرتی اس کو کمانے میں بہت زیادہ محنت کرتی تھیں، ان کی کوشش یہ ہوتی کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے، بس ان کی طبیعت میں قدرے حدّت اور تیزی تھی اور انہیں بہت جلد غصہ آجاتا تھا۔

ایک اور موقع سے فرماتی ہیں کہ: زینب نے ایسا اونچا مقام ومرتبہ پایا جسے کوئی اور نہ پاسکا، وہ یہ کہ خود باری تعالیٰ نے ان کا نکاح اپنے نبی سے کیا، اور ان کی وجہ سے قرآن کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: زینب رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھی، آپ کثرت سے ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ ایک نیک صالح، روزے دار، تہجد گذار خاتون تھیں، اپنا تمام مال صدقہ کردیا کرتی تھی۔

خصوصیات

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ بعض ایسی خصوصیات کی حامل تھیں جن میں دیگر امہات المؤمنینؓ میں سے کوئی بھی ان کی شریک وسہیم نہیں، ذیل میں ان خصوصیات کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی حقیقی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھی۔

(۲) ان کا شمار ''السابقون الاولون'' کے مقدس گروہ میں بھی ہوتا ہے اور مہاجرینِ مدینہ میں بھی۔

(۳) حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنے آزادکردہ غلام زید بن حارثہؓ سے کروا کرامت کو

یہ عملی پیغام دیا کہ شرافت و بزرگی کا معیار حسب و نسب نہیں؛ بلکہ صلاح و تقویٰ اور دینداری ہے۔

(۴) زمانہ جاہلیت سے چلی آ رہی ''رسمِ تبنّی'' کی بیخ کنی اسی نکاح سے ہوئی۔

(۵) اس سے بڑھ کر کیا خصوصیت ہوسکتی ہے کہ خود باری تعالیٰ نے آسمانوں پر ان کا نکاح کیا اور قرآنِ کریم میں ان کی وجہ سے کئی آیتیں نازل فرمائیں۔

(۶) نہایت ہی شاندار ولیمہ کیا گیا جس میں بکری کا گوشت اور روٹی اور ام سلیمؓ کا بھیجا ہوا مالیدہ تھا، بہ کثرت لوگوں نے شکم سیر ہوکر کھایا، اور یہی دعوتِ ولیمہ امت کے لیے چادر اور چار دیواری کے تقدس کے تحفظ کا ذریعہ بنی اور اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب کو نازل فرمایا۔

(۷) سیدہ زینبؓ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ نے اپنی زبانِ رسالت سے "اسرعکن لحاقا بي أطولکن يدا" کہہ کر جہاں اعلیٰ درجہ کی سخاوت و فیاضی کی طرف اشارہ کیا وہیں اس بات کی بھی بشارت دی کہ میرے بعد میری ازواج میں وہی سب سے پہلے جنت میں مجھ سے آ کر ملے گی۔

اطاعت وفرماں برداری

زہد و تقویٰ و خیرات کے ساتھ ساتھ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت میں بھی اپنی مثال آپ تھیں، چناں چہ حجۃ الوداع کے موقع پر دیگر ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں، حج کے بعد جب مکۂ مکرمہ سے واپسی کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "هذه ثم لزوم الحصر" یہ سفرِ حج ہے، اس کے بعد تم گھر کی چہار دیواری کو لازم پکڑے رکھنا۔ حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ نے اس فرمانِ نبی پر اس شدت کے ساتھ عمل کیا

کہ حضور ﷺ کے اس دارِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد کبھی حج وعمرہ کے لیے بھی مدینۂ منورہ سے باہر نہیں نکلیں، اور فرمایا کرتیں: "واللہ ما تحر کنا بعدہ دابۃ" قسم بہ خدا! آپ ﷺ کے بعد تو ہم کسی جانور پر سوار بھی نہ ہوں گے، جب کہ دیگر ازواجِ مطہراتؓ سفرِ حج کے لیے جاتی رہیں اور صحابہؓ میں سے کسی نے بھی ان پر کوئی نکیر نہیں کی، حالاں کہ آپ ﷺ کے مذکورہ فرمان سے آئندہ حج کرنے سے روکنا مقصود نہیں تھا؛ بلکہ کسی اور کام کے لیے نکلنے سے روکنا مقصود تھا، مگر اطاعت کا یہ حال تھا کہ ظاہری الفاظ کی بھی پوری عمر رعایت کی اور سرِ مو انحراف کرنا گوارا نہ کیا۔

زینب بنتِ ابی سلمہ کہتی ہیں کہ: میں سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بھائی کی وفات کے وقت ان کے پاس گئی، سیدہ نے خوشبو منگوائی اور اسے لگایا، اور فرمایا: بہ خدا! مجھے خوشبو کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ ہی اتنا شوق ہے، میں نے حضور ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: "لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر أن تحد فوق ثلاث لیال إلا علی زوج أربعۃ وعشرا" کسی ایسی عورت کے لیے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے خاوند کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک کرے۔ (بخاری: ۵۳۳۵، مسلم: ۱۴۸۷)

عبادت وریاضت

عبادت کا خاص ذوق تھا، نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھیں، اپنے گھر کے گوشے میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا رکھی تھی، جس میں وہ اکثر اوقات عبادات میں مصروف رہتیں، کبھی کبھار حضور ﷺ بھی اس میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔

عبادت وریاضت کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات طویل شب بیداری کے باعث اونگھ آتی تو اس کو دفع کرنے کے لیے مختلف تدبیریں کرتیں۔ چناں چہ حضرت انسؓ روایت

کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ستونوں کے درمیان ایک رسّی بندھی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ رسّی کیسی ہے؟ تو بتایا گیا کہ: یہ رسّی زینب کی ہے، انہیں جب اونگھ آنے لگتی ہے تو وہ رسی اپنے بالوں میں باندھ لیتی ہے؛ تاکہ زمین پر گرنے سے محفوظ رہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کرنا مناسب نہیں، اسے کھول دو، تم میں سے ہر کوئی اس حالت میں نماز پڑھے جب کہ وہ چاق وچوبند ہو، اور جب اونگھ آنے لگے تو بہتر ہے کہ وہ سو جائے۔

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مالِ فئ مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما رہے تھے کہ درمیان میں حضرت زینبؓ بول پڑیں، اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں جھڑک دیا تو حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: اے عمر! تم انہیں کچھ نہ کہو، یہ "أوّاہ" ہیں۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! "أوّاہ" کسے کہتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے بتایا: خشوع وخضوع اختیار کرنے والی عورت کو، اور بطور استدلال یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إن إبراهيم لحليم أواه منيب﴾۔

سیدہ کا فقہی مقام ومرتبہ

حضرت زینبؓ کا فقہی مقام ومرتبہ اور ذہانت وبصیرت کا درجہ بہت بڑھا ہوا تھا، آپ حضور ﷺ سے بھی دینی باتوں کے سلسلے میں دریافت فرماتی رہتی تھیں، ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

سیدہ زینب بنتِ جحشؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں:

"أن النبي ﷺ دخل عليها فزعا يقول: لا إله إلا الله، ويل للعرب من شر قد اقترب فتح اليوم من ردم يأجوج ومأجوج مثل هذه وحلق بأصبعه الإبهام والتي تليها فقالت: زينب بنت جحشؓ فقلتُ يا رسول الله! انهلك

وفينا الصالحون؟ قال: نعم! إذا كثر الخبث".

ترجمہ: نبی کریم ﷺ گھبرائے ہوئے سیدہ زینبؓ کے پاس تشریف لائے، آپ یہ فرما رہے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، عرب اُس شر سے برباد ہو گئے جو قریب آ گیا، اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کا دائرہ بناتے ہوئے فرمایا کہ: یاجوج ماجوج غالب آ گئے، سیدہ زینبؓ نے کہا کہ: میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! کیا ہمیں ہلاک کر دیا جائے گا جب کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! یہ اس وقت ہوگا جب خباثت پھیل جائے گی۔ (بخاری: ۳۵۹۸، مسلم: ۲۸۸۰)

علامہ نوویؒ مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جب لوگوں میں فسق و فجور کی کثرت ہو جائے گی تو انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے گا، اگرچہ ان میں کچھ نیک لوگ بھی ہوں گے؛ لیکن وہ سب بھی تباہی کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔

مرویات اور تلامذہ

کتب احادیث میں اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحشؓ سے گیارہ احادیث مروی ہیں ان میں سے دو حدیثیں امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں "زینب بنتِ ابی سلمہ، امِ حبیبہ بنتِ ابی سفیان، قاسم بن محمد بن ابی بکر، کلثوم بن المصطلق الخزاعی، محمد بن عبداللہ بن جحشؓ" کا شمار ہوتا ہے۔

سخاوت وفیاضی

حضرت زینب بنتِ جحشؓ نہایت فیاض، فراخ دست، متوکل علی اللہ اور قانع تھیں، یتامیٰ اور مساکین کی سرپرست اور فقرا کی پشت پناہ تھیں، ۔ ابنِ سعد سے مروی ہے:

"ما تركت زينب بنت جحش درهما ولا دينارا، كانت تصدق لكل ما قدرت عليه وكانت مأوى المساكين"

زینب بنت جحش نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار، وہ جو کچھ پاتی تھیں سب صدقہ اور خیرات کر دیتی تھیں، وہ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔ اسی وجہ سے "ام المساکین" لقب پایا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"وكانت زينب صناع اليدين، فكانت تبدغ وتخرز وتتصدق به في سبيل الله".

اپنے ہاتھوں سے چمڑے کو دباغت دیتیں اور اس کی آمدنی سے راہِ خدا میں صدقہ کرتی تھیں۔

سخاوت وفیاضی میں انہیں یدِ طولیٰ حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ازواجِ مطہرات نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہوں گے۔ پس انہوں نے آپس میں اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے؛ لیکن جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو ازواجِ مطہراتؓ نے جان لیا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے مراد صدقہ وخیرات کی کثرت ہے۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ (جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا) تو ازواج نے بانس لے کر آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ ناپنا شروع کیا، اس میں حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا، مگر جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ "طولِ ید" سے آپ کی مراد "سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی" تھی، اور زینب اس معنیٰ کے اعتبار سے سب میں "طویل الید" اس لیے تھیں کہ وہ اپنے ہاتھ کے عمل سے کمایا کرتی تھیں اور اسے صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ازواجِ مطہراتؓ کے سالانہ

وظیفے متعین کر رکھے تھے، چناں چہ اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحشؓ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم تھا، مگر انہوں نے اپنی حیات میں صرف ایک ہی مرتبہ قبول فرمایا اور قبول فرمانے کے بعد یہ دعا کی:

"اللھم لایدر کني ھذا المال من قابل فإنه فتنة".

(اے اللہ! آئندہ سال یہ مال میرے پاس نہ آئے، اس لیے کہ یہ فتنہ ہے)

آپ کی دعا قبول ہوئی اور اگلے سال وظیفے کی رقم آنے سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئیں۔

حضرت برزہ بنتِ رافع سے مروی ہے کہ جب وظائف مقرر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے سیدہ زینب بنتِ جحشؓ کو ان کے حصہ کا وظیفہ بھیجا، جب وہ ان کے پاس پہنچا تو فرمانے لگیں کہ: اللہ تعالیٰ عمر کی مغفرت فرمائے، میری دوسری بہنیں اس کی زیادہ مستحق ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یہ سب آپ کے لیے ہیں، یہ سن کر سیدہ نے کہا: سبحان اللہ! پھر اسے کپڑے سے ڈھانک دیا، پھر فرمایا کہ: اسے کپڑا ڈھکے ڈھکے ہی خرچ کرو اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر بھر کے فلاں، فلاں کو دے آؤ۔ ان میں سے بعض ان کے عزیز تھے اور بعض یتیم، یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے تھوڑے سے درہم باقی رہ گئے تو برزہ نے کہا کہ: اے اُمّ المؤمنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، بہ خدا! ہمارا بھی تو اس میں کچھ حق ہے، سیدہ نے کہا: کپڑے کے نیچے جو کچھ بچا ہے وہ سب تم لے لو، برزہ کہتی ہیں: میں نے اسے شمار کیا تو پچاس درہم نکلے۔

دوسری روایت میں ہے کہ: حضرت عمرؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بہ ذاتِ خود مکان پر تشریف لائے، سلام کہلوانے کے بعد فرمایا: کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے تمام مال صدقہ کر دیا، اس کے بعد ایک ہزار مزید بھیج دیے تا کہ اسے اپنی ضروریات میں صَرف کریں، مگر انہوں نے اسے بھی فوراً تقسیم کر کے ختم کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ: جب ان کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقرا، یتامیٰ ومساکین میں کہرام مچ گیا اور وہ گھبرا اٹھے، قالت عائشة: "لقد ذهبت حميدة، منعيدة مفزع اليتامى والأرامل".

وفات

حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے ۲۰ھ مطابق ۶۴۱ء میں مدینۂ منورہ میں سیدہ زینبؓ کی وفات ہوئی جس کی پیشین گوئی حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں یہ کہہ کر دی تھی:

"اسرعكن لحوقا أطولكن يدا"

تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آ کر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا)

چناں چہ عہدِ فاروقی میں ترپن سال کی عمر گذار کر اس دنیائے فانی سے دارِ خلد کی طرف کوچ کر گئیں۔

وصیت

سیدہ زینبؓ نے وفات سے قبل خود اپنا کفن تیار کر لیا تھا۔ جب قرائن سے ان کو یہ احساس ہوا کہ اب پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا ہے تو اس وقت یہ وصیت فرمائی کہ میں نے اپنا کفن خود تیار کر رکھا ہے اور امید ہے کہ حضرت عمرؓ بھی کفن کا کپڑا بھیجیں گے، دونوں میں سے ایک صدقہ کر دینا۔ سبحان اللہ! کس قدر صاحبِ عزیمت اور بلند مقام خاتون تھیں کہ جس عمل کو حیاتِ مستعار کا خصوصی وظیفہ بنایا تھا اس سے مرتے دم تک غافل نہ ہوئیں، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ "ام المساکین" کا لقب مبنی پر مبالغہ ہے۔

چناں چہ ان کی وصیت کے مطابق ان کو حضرت عمرؓ کے بھیجے ہوئے کپڑوں میں

کفن دیا گیا اور ان کے تیار کردہ کفن کو ان کی بہن حمنہ نے صدقہ کردیا۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ: جب زینب کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا: میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے، غالباً عمر بھی میرے لیے کفن بھیجیں گے، ایک کفن کام میں لے آنا اور دوسرا صدقہ کردینا، چناں چہ حضرت عمرؓ نے وفات کے بعد پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کے لیے بھیجے، حضرت عمرؓ ہی کے بھیجے ہوئے کفن میں ان کو کفنایا گیا اور وہ کفن جو خود حضرت زینبؓ نے تیار کر رکھا تھا ان کی بہن حمنہ نے صدقہ کردیا۔

عمرہ بنتِ عبدالرحمن بیان کرتی ہیں کہ: امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے بیت المال سے کپڑے کے پانچ تھان بھیجے کہ ان میں سے جو پسند ہو لے لیا جائے، چناں چہ اُمّ المؤمنین کو ان ہی تھانوں میں سے ایک کپڑے میں کفنایا گیا، اور ان کی بہن حضرت حمنہؓ نے سیدہ زینبؓ کا رکھا ہوا کفن صدقے کے طور پر دے دیا۔

نیز سیدہ زینبؓ نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ: میری میت رسول اللہ ﷺ کے تابوت میں رکھ کر قبرستان لے جائی جائے، چناں چہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس تابوت پر قبر تک پہنچایا جا چکا تھا، یہ پہلی خاتون تھیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد تابوتِ نبوی پر اٹھائی گئیں۔ سیدہ زینبؓ کی یہ خواہش اللہ کے رسول ﷺ ساتھ والہانہ اور عاشقانہ لگاؤ اور تعلق کا نتیجہ تھی۔

تجہیز و تکفین

ام المؤمنین حضرت زینبؓ کی تجہیز و تکفین کی تیاری میں خصوصی اہتمام کیا گیا، چناں چہ دوسری عورتوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ امہات المؤمنین بھی غسل و کفن میں شریک رہیں۔ جنازہ کو قبرستان لے جانے کے لیے بھی خصوصی اہتمام کیا گیا کہ پردہ والی مسہری اس طرح بنائی گئی کہ تخت کے چاروں کونوں پر لکڑی نصب کی گئی اور اس

پر چادر ڈال کر مکمل پردہ کر دیا گیا، اسے حضرت اسما بنت عمیس نے تیار کیا تھا، جسے وہ ملکِ حبشہ میں دیکھ کر آئی تھیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اسے بے انتہا پسند فرمایا اور حضرت زینبؓ کے غایت درجہ پردہ کا اہتمام کرنے کے سبب جو اعلان کروایا تھا کہ اُمّ المؤمنین کے جنازہ میں صرف وہی لوگ شرکت کریں جو ان کے محارم میں سے ہیں، اس کو منسوخ فرما کر یہ اعلان کر دیا کہ اپنی ''ماں'' کے جنازہ میں تمام مؤمنین شریک ہوں۔ نیز حضرت عمرؓ کے پردے کے اس اہتمام کی وجہ شاید یہ بھی رہی ہو کہ پردے کے احکام اور اس کی آیتیں آپ ہی کے سبب نازل ہوئیں جس کا ذکر ماقبل میں گذر چکا۔

ام المؤمنین کا جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے والوں میں ان کے روحانی بیٹوں کا ایک جم غفیر تھا، امیر المؤمنین حضرت عمرؓ جنازہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، سیدہ زینبؓ کے بھائی ابواحمد بن جحش بھی جنازہ اٹھائے لیے جا رہے تھے، وہ اُس وقت نابینا ہو چکے تھے، زار و قطار رو رہے تھے، اس پر حضرت عمرؓ نے یہ آواز بلند فرمایا: ابواحمد! جنازے سے ہٹ جاؤ، ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے رش کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔

اس پر ابواحمد نے جواب دیا: امیر المؤمنین! یہ وہ شخصیت ہیں جن کی بدولت ہمیں ہر قسم کی خیر و برکت نصیب ہوئی، ان کے ان احسانات کے سامنے اس وقت کی ہر سختی اور تنگی ہیچ ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اچھا، چلتے رہو۔

نمازِ جنازہ اور تدفین

حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اُس دن گرمی بہت شدید تھی، جس کی وجہ سے جہاں قبر کھودی جا رہی تھی وہاں حضرت عمرؓ نے خیمہ لگوا دیا تھا، کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں قبر پر لگایا گیا۔

جب جنازہ قبرستان لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے قبر میں اترنے کا ارادہ کیا، مگر امہات

المؤمنین سے دریافت کروایا کہ کیا میں نعش کو قبر میں اتار سکتا ہوں؟ تو وہاں سے جواب ملا کہ: نہیں، قبر میں صرف وہی لوگ نعش کو اتار سکتے ہیں جو زمانۂ حیات میں ان کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اور جن سے شرعاً کوئی پردہ نہ تھا، چنانچہ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جب جنازہ قریب لایا گیا تو حمد و ثنا کے بعد مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب اُمّ المؤمنین سیدہ زینبؓ بیمار ہوئیں تو میں نے امہات المؤمنین سے پوچھوایا کہ ان کی تیمارداری کون کرے گا؟ انہوں نے کہا: ہم کریں گی، میرے خیال میں انہوں نے تیمارداری کا حق ادا کر دیا۔ ان کے انتقال پر پھر میں نے دریافت کروایا کہ انہیں غسل کون دے گا؟ تو جواب میں کہلوایا کہ: یہ فریضہ ہم ہی انجام دیں گی۔ اس کے بعد میں نے معلوم کروایا کہ انہیں قبر میں کون اتارے گا؟ جواب میں آیا: وہی لوگ اتاریں گے جن کا ان کی زندگی میں ان کے پاس آنا جانا جائز تھا۔ میرے خیال میں ان کی یہ رائے بالکل مناسب اور درست ہے۔

چنانچہ اسامہ بن زید، سیدہ کے بھانجے محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن ابواحمد بن جحش، محمد بن عبداللہ بن جحش نے ان کو قبر میں اتارا، اسامہ بن زید سیدہ کے سابق شوہر زید بن حارثہ کے فرزند ہیں اور مؤخر الذکر دونوں سیدہ کے بھتیجے ہوتے ہیں۔ بوقتِ دفن حضرت عمرؓ قبر کے ایک کنارے پر بیٹھے رہے اور بقیہ لوگ کھڑے تھے، تدفین بقیع کے قبرستان میں ہوئی۔

اور اس طرح حرمِ نبوت کا یہ حسین و جمیل پیکر جو لائقِ تعریف بھی تھا اور خشوع و خضوع کے گلہائے خوش رنگ سے مزین و معطر بھی، یتیموں اور بیواؤں کو اس پریشانی میں چھوڑ کر کہ اب ہمارا کیا ہوگا ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا، رضی اللہ عنہا وأرضاها.

ترکہ

ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحشؓ نے اپنے پیچھے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا، صرف ایک گھر چھوڑا تھا جسے دورِ خلافتِ بنوامیہ میں ولید بن عبدالملک نے وارثوں سے پچاس ہزار درہم کے عوض خریدا اور پھر اسے منہدم کر کے مسجدِ نبوی کی توسیع میں شامل کر دیا۔

مراجع ومصادر

(۱) بخاری شریف
(۲) مسلم شریف
(۳) طبقات ابن سعد
(۴) امہات المؤمنین
(۵) فضائل امہات المؤمنین
(۶) رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں
(۷) صحابیات مبشرات
(۸) سیرت مصطفیٰ جلد: سوم
(۹) نساء مبشرات بالجنۃ
(۱۰) صحابیات
(۱۱) ازواج مطہرات حیات وخدمات
(۱۲) ازواج مطہرات، جلد: دوم
(۱۳) امتِ مسلمہ کی مائیں
(۱۴) ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا
(۱۵) سیر الصحابیات